زمیں سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اُس کی بُو سے مہک

کیا اس طرح کا جب اُس نے سنگار
ہوئے مہر و مہ اُس کے منہ پر نثار

فلک تک گئی حسن کی اُس کے دھوم
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں
نہ نکلیں سوا کر چُنے طاق میں

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اُن کی گل پر شرف

دھرے لخلخے[۱] خاص ایوان میں
ہوا ہو گئی عطر دالان میں

دھریں کشتیاں اک طرف بیشمار
چنی اک طرف ڈالیوں کی قطار

اچار اور مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان میں جا بجا

چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُس پر تمامی کے تکیے لگا

چنگیریں[۲] بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان

کئی عطر دان وال مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی چوگھڑے[۳]

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پر از شعر سودا و میر و حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش تماش
دھری چوپڑ[۴] اک طرف کو غم تراش

۱ لخلخہ۔ مرکب خوشبوئیں جو مجموعہ کے طور پر تیار کرتے ہیں ۱۲ آسی ۲ چنگیر۔ پھولوں کی ڈلیا ۱۲ ۳ چوگھڑا۔ ایک قسم کے چوگوشیہ صندوقچے جس میں ڈلی الائچی وغیرہ رکھتے ہیں ۱۲ ۴ چوپڑ۔ پچیسی ۱۲

بچھی ایک جو کی پڑا تورہ پوش[۱]
کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُس پہ ساقی نے کر انتخاب

ولے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھٹتے نہیں منہ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پز[۲] کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

یہ سب کچھ ہوا جب کہ آراستہ
خراماں ہوئی سرو نوخاستہ

سر شام لے ہاتھ میں اک چھڑی
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

روش پر لگی پھرنے ایدھر اُدھر
کہ چھپ جائے سورج اُسے دیکھ کر

داستان بےنظیر کے آنے کی اور باہم ملاقات کرنے کی

پلا مجھ کو ساقی شراب وصال
کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال

تڑپتا تھا اُدھر جو وہ بے نظیر
ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر

پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا
کہ اک دن میں جوڑے کو دھانی رنگا

تمامی کی سنجاف سے کر درست
بنا جلد جلد اور بہت تنگ و چست

پہن لعل و یاقوت کے نور تن
وہ گل اس طرح ہو کے رشک چمن

فلک سیر پر ہو شتابی سوار
ہوا آسماں پر ہوا ایک بار

یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ
کہ جس جا خراماں تھی وہ رشک مہ

نظر نازنیں کی جو اُس پر پڑی
ہوئی جا درختوں کے اوجھل[۳] کھڑی

کیا چھپ کے عالم پہ جو اُس کے دھیان
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

۱ تورہ پوش۔ ایک قسم کا خوان پوش ۱۲ ۲ خاصہ پز۔ شاہی باورچی ۱۲ آسی ۳ اوجھل۔ اوٹ میں ۱۲ آسی

کہ دھانی ہے جوڑا گلے میں پڑا
چھپا سبزے میں چاند سا ہے کھڑا

کہے تو کہ شب چاند نے آن کے
نکالا ہے منہ کھیت سے دھان کے

وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب
زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب

سماں دیکھ اُس شعلہ حسن کا
ہوئی اور جلنے کی اُس کو ہوا

خواصیں جو تھیں ہٹ گئیں جان کے
کہا ایک ہمراز نے آن کے

کہ اب کس طرف ان کو لیجائیے
جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے

کہا وہ جو آراستہ ہے مکاں
ادھر سے تو ووں ہو کے لیجا وہاں

کہے کے بموجب اُٹھا کر نقاب
چھپا اُس کو لاکر بٹھایا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر
اور ادھر سے آئی جو بدر منیر

اُسے دیکھ اُس نے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور سے غش غش[1] کیا

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی[2] سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے
محبت کے رشتہ میں اینچا اُسے

لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ
یہ گرمی ہی جس سے رہی اس کے ساتھ

کہا ہائے[3] پیاری جلایا مجھے
رکھائی[4] نے تیری ستایا مجھے

اری ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا
ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا

تڑپتا[5] ہے کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

[1] کسی چیز کی پسندیدگی سے وجد میں آنا ۱۲ [2] خانہ جنگی، گھر کی لڑائی ۱۲ [3] ایک نسخے میں یہ شعر ہے ع کہا شاہزادے نے اے نازنیں + رکاوٹ تمھیں اتنی لازم نہیں + اور دوسرا شعر نہیں ہے تیسرا شعر "تڑپتا ہے" موجود ہے ۱۲ [4] بدخلقی بے مروتی ۱۲ [5] تڑپتا ہے کب سے الخ کے بعد ایک نسخے میں یہ شعر ہے
(باقی اگلے صفحہ پر)

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر تو صہبائے گلگوں کا دور
ہوئے اور ہی اور کچھ واں کے طور

ہوئے جبکہ بدمست وہ ماہرو
لگی اُن میں ہونے عجب گفتگو

کہ دستے جو نرگس کے واں تھے ہزار
لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں
بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپرکھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لیا کھینچ اُنھوں نے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا وہ مہ و آفتاب

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے وہ کواڑ

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئے نخل اُمّید سے وہ نہال

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

کسی کی گئی چولی آگے سے چل
کسی کی گئی چین ساری نکل

غم و درد دامن کشیدہ ہوئے
وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوئے

اُٹھے پی کے باہم شراب امید
کوئی سرخرو اور کوئی روسپید

چھپرکھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم
نکل آئے بھرتے محبت کا دم

نشہ سے وہ لذت کے بیہوش ہو
گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اجازت نہ دیتا تھا لیکن حجاب + کہ دیتی وہ اس بات کا کچھ جواب + اور دوسرے شعر کا پہلا مصرع یوں ہے۔ مگر آخرش الخ یہ شعر بعض نسخوں میں بتقدم و تاخر ہر دو مصرع لکھا ہے ۱۲ آسی

کیے آنکھ نیچی اُدھر نازنیں — عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبیں
یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر — کہ اتنے میں اودھر سے باجا پہر
پہر کے وہ بجتے اُٹھا بے نظیر — ہوئی غم کی تصویر بدر منیر
نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا — نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا
کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو — پھر آؤں گا. بولی کہ مختار ہو
خفا اُس کے ہونے سے وہ نوجواں — گیا تو دلے منھ پہ آنسو رواں
ہوے دل جو دونوں کے آپس میں بند — لگے ہجر سے دل پہ آنے گزند
بندھا پھر تو معمول اُس کا مدام — کہ ہر روز آتا اُدھر وقت شام
پہر رات تک ہنسنا اور بولنا — درِ حسن اور عشق کو کھولنا
کبھی ہجر سے اُن کو ہونا ملول — کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق بینظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بینظیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام — کہ ہے چرخ اب درپے انتقام
یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں — کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں
یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر — کرے ہے شب وصل کو روز ہجر
جدائی انھوں کی خوش آئی اسے — پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے
کسی دیو نے دی پری کو خبر — کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہ سن کے وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی — لگی کہنے ہیں یہ بلا کیا ہوئی
قسم مجھ کو حضرت سلیمانؑ کی — ہوئی دشمن اب اُس کی میں جان کی
کہا دیو سے دے مجھے تو پتا — کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا
کوئی نازنیں سی تھی اک اُس کے ساتھ — کھڑی تھی دیے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ
قضارا اڑا میں جو ہو کر اُدھر — وہ دونوں مجھے واں پڑے تھے نظر
یہ اُڑتی سی اُس کو خبر سن پڑی — کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ذری
تو کھا جاؤں کچّا اُسے موت ہو — لگی ہے مری اب تو وہ موت ہو
وہ آوے تو آگے مرے نابکار — گریباں کو اُس کے کروں تار تار
یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ — بھلا اُس کا دامن ہے اور میرا ہاتھ
ہمارے بزرگوں نے سچ ہے کہا — کہ ہیں آدمی زاد کل بے وفا
غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر — کہ اتنے میں آیا وہ رشک قمر
اُسے دیکھ غصّے میں وہ ڈر گیا — کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سی وہ دیکھ اُس کے پیچھے پڑی — کہا سن تو اے موذی و مدعی[1]
تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا — کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا — یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی — بھلا اُس کا بدلہ نہ لوں تو سہی
پھرا جیسے راتوں کو دلشاد تو — کرے گا دنوں کو بہت یاد تو
مزہ چاہ کا دیکھ اپنی ذرا — جھنکاتی ہوں کیسے کنوئیں میں بھلا

[1] اس طرح کے قوافی اب جائز نہیں سمجھے جاتے ۱۲-آسی

تجھے جی سے ماروں تو کیا اے عزیز
دلے چاہتے ہیں یہ تیرے نصیب

کہ چاہِ الم میں پھنساؤں تجھے
ہنسا ہے تو جیسا رُلاؤں تجھے

یہ کہہ اور بُلا اک پریزاد کو
کہا سُنیو اس کی نہ فریاد کو

اُسے کھینچتا یاں سے لیجا شتاب
وہ صحرا جو ہے درد محنت کا باب[1]

کنواں اُس میں جو ہے مصیبت بھرا
کئی من کا پتھر ہے اُس پر دھرا

اسے جا کے اُس چاہ میں بند کر
دہی سنگ پھر اُس کے منہ پر تو دھر

سرِ شام کھانا کھلانا اسے
اور اک جام پانی پلانا اسے

نہ دیجو سوا اس کے جو کچھ کہے
یہی اس کا معمول دائم رہے

یہ سُن دیو اُس گل کے نزدیک آ
پکڑ ہاتھ اُس کا فلک پر اُڑا

گری اُس پہ جو آسمانی بلا
دل اُس نازنیں کا ہوا[2] ہو چلا

ہوا یوں جو اُس تخت دانژدں[3] کا اوج
چلی آہ و نالہ کی ساتھ اُس کے فوج

کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے
یہی عشق کی جان معراج ہے

کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں
کنواں وہ جو تھا قاف کی راہ میں

وہ یوسف کنویں میں ہوا جبکہ بند
ہوا اُس سے پستی کا رُتبہ بلند

کھُلے اس کنویں کے یکایک نصیب
کہ آیا وہ اُس میں مہِ دلفریب

منور وہ گھر اُس کا سارا ہوا
کنویں کی وہ پُتلی سکا تارا ہوا

وہ اندھا پڑا تھا سو روشن ہوا
جو اُس میں وہ سانپ کا من ہوا

ولے پاؤں جب اُس کا تہ پر گیا
کنواں اُس کے اندوہ سے بھر گیا

[1] دروازہ مجازاً ۱۲ [2] ہوا ہونا۔ مراد بیقرار ہونا۔ جاتا رہنا۔ غائب ہونا ۱۲ [3] وانژدں۔ اُلٹا۔ برگشتہ ۱۲

زمیں میں سمایا متحیر سے آب
گئے سوکھ آنسو کنویں کے شتاب

ہوا داں سے اوپر گئی کانپ کانپ
کنویں نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھانپ

دل اُس نازنیں کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا

اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا جو
ہوا قید آ اس اندھیرے میں وہ

نکلنے کی سوجھی نہ واں اُس کو راہ
ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ

اندھیرے نے اُس کا کیا دم خفا[1]
کہ جوں لے سیاہی کسی کو دبا

فغاں کی بہت اور پکارا بہت
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

پکارا وہ جس تس کو فریاد کر
نہ پہونچا کوئی کارواں بھی اُدھر

نہ مونس نہ غمخوار اُس کا کوئی
نہ تھا جز خدا یار اُس کا کوئی

وہی چاہ تاریک اُس کا رفیق
وہی سنگ سر پر بجائے شفیق

ہوا بھی نہ واں جس سے دمساز ہو
کنویں کی سنے کون آواز کو

کنواں ہی مدام اُس کا ہمدم رہے
جو اُس سے سنے وہ ہی اُس سے کہے

کنواں اس کو پوچھے وہ پوچھے اُسے
اندھیری سوا کچھ نہ سوجھے اُسے

سیاہی میں وہ جیسے کافر کا دل
صعوبت[2] میں اُس سے جہنم خجل

نہ شب کی سیاہی نہ واں دن کا نور
سدا ظلمت غم کا اُس جا ظہور

غم و درد و اُلفت کو کھا کھا جیے
لہو پانی اپنا کنویں میں پیے

اس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ
قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ

نہ تھا وہ کنواں تھا ستون الم
نشان شب آفت و درد و غم

[1] گھٹنا ۱۲۔ آسی [2] صعوبت۔ سختی ۱۲

کروں مختصر یاں سے اب غم کی بات
لگا رہنے اس میں وہ آبِ حیات

نہیں مخلصی[1] سوجھتی اب اُسے
نکالے ذرا دیکھیے کب اسے

پھنسا اس طرح سے جو وہ بے نظیر
بڑی بیقراری میں بدرِ منیر

بہم دو دلوں میں جو ہوتی ہے چاہ
تو ہوتی ہے دل کے تئیں دل سے راہ

قلق واں جو گذرا تو یاں غم ہوا
رکا جی وہاں یاں خفا دم ہوا

کئی دن نہ آیا جو وہ رشکِ ماہ
نظر میں ہوا اُس کی عالم سیاہ

لگی کہنے نجم النسا سے بُوا
خدا جانے اُس شخص کو کیا ہوا

کہا اُس نے بی تم کو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اُس کو پروا ہے کچھ

خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
مری چڑھ ہے اتنا بھی ہونا فدا

وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہے چاہ
عبث آپ کو مت کرو تم تباہ

رکے جو کوئی اس سے رُک جائیے
جھکے آپ سے اُس سے جھک جائیے

نفول[2] بھلا کچھ نکالا کرو
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

یہ سُن چپ رہی دل میں کھا پیچ و تاب
دیا پھر نہ اس بات کا کچھ جواب

گئے اُس پہ جب دن کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی

ٹھہرنے لگا جاں میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

آپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی

خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی

[1] مخلصی - رہائی، چھٹکارا ۱۲ [2] نفول - فال نکالنا ۱۲ آسی

تب غم کی شدت سے پھر کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منھ ڈھانپ ڈھانپ

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے
محبت میں دن رات گھٹنا اُسے

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اُٹھنا اُسے کہکے ہاں جی چلو

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کسی نے جو کچھ بات کی بات کی
یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

کسی نے کہا سیر کیجیے ذرا
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا

جو پانی پلانا تو پینا اُسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل میں اُس کے محبت کا جوش

چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر
وہی سامنے صورت آٹھوں پہر

نہفتہ اُسی سے سوال و جواب
سدا ورد اُس کے غم کی کتاب

جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن
تو پڑھنے یہ اشعار میر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا
مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا

ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا
نہیں تو مرا جی ٹھکانے[1] لگا

گنہ چشم خونبار کا کچھ نہیں
مرا دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا

[1] جی ٹھکانے لگا - جی کو سکون دے - یا جی کو فنا کردے ۱۲

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا — کہ جس کے عوض یوں رلانے لگا
نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن — مراد دست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رباعی دیا کوئی فرد — اسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس میں درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں — نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہے سب — نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل — کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور علیش بائی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی مجھ کو شتاب — پلا ساقیا کیتکی کی شراب
پیالے میں نرگس کے دے میری جاں — کہ دیکھوں میں کیفیت بوستاں
حکایت کروں ایک دن کی رقم — کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
اٹھی سوتے اک دن وہ رشک پری — کہا جا کے دیکھوں چمن کو ذری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل — کہ غم نے کیا ہے نپٹ[1] مضمحل
زبس گل سے آتی ہے بو یار کی — ہوا[2] پھر ہوئی اس کو گلزار کی
پھر اک دن ہوا یہ کہ منہ ہاتھ دھو — چلی اٹھ کے دالان سے سیر کو
زمرد کا مونڈھا چمن میں بچھا — وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا

۱ نپٹ۔ بہت زیادہ ۱۲ ۲ خواہش

کہ زانو پہ اک پاؤں کو دھر لیا — اور اک پاؤں مونڈھے سے لٹکا دیا
نہ پوچھ اس کے پائے نگاریں کا حال — زبانِ حنا وصف میں جس کے لال
کفک[1] اور فندق سے لالہ کو داغ — نہ ہو ایسی کیفیت پائیں باغ
طلائی کڑے اور کفک کا وہ رنگ — سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ
جواہر کے چھلے بھرے پور پور — زری کی ٹکی جیسے مخمل پہ تور[2]
زبس سوتی اٹھی تھی وہ نازنیں — پڑی تھی عجب ڈھب سے چین جبیں
خماری وہ انکھیاں وہ انگڑائیاں — وہ جوبن کے عالم کی سیر سائیاں
جوانی کا موسم شروع بہار — وہ سینے سے اس کے کچوں کا[3] ابھار
نشے میں وہ آ حسن کے بیٹھنا — وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی — کہ لالے کی بنی تھی اس میں پڑی
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام — مغرق زری کا وہ نیچہ تمام
ولے ایک اس پر پڑا تھا جو پیچ — یہ سب اس کے آگے تھا گویا کہ ہیچ
لب نازک اور پر وہ منہال دھر — نکالے تھی پردے سے دودِ جگر
ادھر اور ادھر ہر طرف تھی نگاہ — کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
خواصیں کھڑی اس کے سب گرد پیش — جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی مورچھل لے کوئی پیکدان — کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
رسیلی چھبیلی بنی تنگ و چست — لباس اور زیور سے ہر اک درست

۱ کفک۔ ایڑی ۱۲ ۲ تور۔ فیتہ یا گوٹ جو کپڑوں کے کنارے پر لگی ہو ۱۲ آسی
۳ کچ۔ سینہ۔ چھاتی ۱۲ آسی